ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

سنن ابو داؤد میں مترادفات کے اثرات: تجزیاتی مطالعہ

Effects of Synonyms in Sunan Abu Dawood: An Analytical Study

Usman Abbas
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Prof.Dr. Hafiz Muhammad Shahbaz
Chairman Department of Islamic Studies, UET Lahore

Abstract:
The importance of any language is known from the vocabulary of this language. Arabic language is a great language in this sense that sometimes it has many words to achieve the same meaning, which are sometimes different names of the same thing. Sometimes it has different words depending on its different variants. So there is a discussion of synonyms in the Arabic language, which can have many benefits. Arabic language is the language of the basic principles of our Shariah: the Qur'an and the Hadith. These two basic principles have been worked on in many ways and are still being worked. The main feature of the words of the Prophet ﷺ is brevity and comprehensiveness. Jurisprudence, lexical and rhetorical benefits are obtained as well as the benefit of determining the meaning of different words is also obtained by the synonyms of the Hadith. In this research paper, the synonyms of Sunan Abu Dawood among the Sunan Arba'ah have been marked. The synonyms have been discussed and explained lexically and their effects have also been mentioned.

Key words: Sunan Abu Dawood, Imam Abu Dawood, Synonyms, Hadith, Effects

عربی زبان ایک عظیم زبان ہے کہ اس میں بسا اوقات ایک معنی کے حصول کے لیے کئی الفاظ موجود ہیں، جو بعض اوقات ایک ہی چیز کے مختلف نام ہوتے ہیں اور بعض اوقات اس کی مختلف کیفیات کے اعتبار سے مختلف الفاظ ہوتے ہیں، یہ ہماری شریعت کی زبان ہے، حدیث مبارکہ کے حوالہ سے دیگر علوم کی طرح مترادفات الحدیث پر بھی کام کرنے کی ضرورت ہے، اس کی معرفت کی وجہ یہ ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے کلام پر کام کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کے کلام کی بنیادی خصوصیت اختصار اور جامعیت ہے، مترادف الحدیث کے ذریعہ فقہی، لغوی اور بلاغی فوائد حاصل ہوتے ہیں اسی طرح مختلف الفاظ کے معنی کی تعیین کا فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے، اسی مقصد کے حصول کے لیے اس تحقیقی مقالہ میں سنن اربعہ میں سے سنن ابو داؤد کے مترادفات کی نشان دہی اور ان کے اثرات ذکر کیے ہیں۔

مترادف کا معنی ومفہوم:

مترادف عربی زبان کا لفظ ہے، جو "ردف" سے ہے، ترادف کا معنی ہوتا ہے کسی کا سواری پر دوسرے کے پیچھے بیٹھنا۔ ڈاکٹر احمد مختار لکھتے ہیں: "رَدَفَ الرَّجُلَ: رَكِب خلفَه، ردَف الطِّفلُ أباه على الدَّرّاجة"[1] ردف الرجل کا معنی ہے کہ وہ اس کے پیچھے بیٹھا۔ بچہ اپنے باپ کے پیچھے سائیکل پر بیٹھا۔ مترادف کا معنی قرآن مجید کی اس آیت سے بھی واضح ہوتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ"[2] "جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کرلی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھیجا۔ امام ابو اسحاق الزجاج فرماتے ہیں: "فمعنى (مُرْدِفِين) يأتون فرقة بعد فِرْقة"[3] مردفین کا معنی ہے: وہ ایک گروہ کے بعد دوسرے گروہ کی صورت میں آئے۔ امام یحیٰ بن زیادہ الفراء نے مردفین کا معنی متتابعین کیا ہے[4] علامہ جرجانی لکھتے ہیں: "المترادف: ماكان معناه واحدًا وأسماؤه كثيرة، وهو ضد المشترك، أخذًا من الترادف، الذي هو ركوب أحد خلف آخر؛ كأن المعنى مركوب واللفظين راكبان عليه، كالليث والأسد"[5] مترادف سے مراد یہ ہے کہ جس کے معنی ایک ہی ہوں اور لفظ مختلف یا بہت زیادہ ہوں اور یہ مشترک کی ضد ہے، یہ ترادف سے لیا گیا ہے۔ ترادف کا مطلب یہ ہے کہ ایک کا دوسرے کے پیچھے سوار ہونا گویا کہ معنی یہ ہوا کہ ایسی سواری جس پر دو لفظ سوار ہوں، جیسا کہ لیث اور اسد، دونوں شیر کے لیے

---

[1] احمد مختار، عبد الحمید عمر، معجم اللغة العربية المعاصرة، عالم الکتب، بیروت، 1429ھ، 2/880

[2] الأنفال8: 9

[3] الزجاج، ابراہیم بن الشری، ابو اسحاق، معانی القرآن واعرابہ، عالم الکتب، بیروت، 1408ھ، 2/402

[4] الفراء، یحیٰ بن زیاد، ابو زکریا، معانی القرآن، دار المصرية للتاليف والترجمة، مصر، س م، 1/404

[5] الجرجانی، علی بن محمد، کتاب التعریفات، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1983ء، ص199

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

استعمال ہوتے ہیں۔امام سیبویہ لکھتے ہیں:"اعلم أنّ من كلامِهم اختلاف اللفظينِ لاختلاف المعنيين، واختلافَ اللفظينِ والمعنى واحدٌ، واتفاق اللفظين واختلاف المعنيين"[1] جان لو کہ ان کے کلام میں دو مختلف لفظ دو معنوں کے لیے، یا دو مختلف لفظ ایک معنی کے لیے، یا دو مختلف لفظ دو معنوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں ۔اردو میں مترادف دو معانی میں استعمال ہوتا ہے:1۔ایسے الفاظ جن کے معنی ایک ہوں، ہم معنی، ہم ردیف،2۔مترادف وہ قافیہ ہے جس کے آخر میں دو ساکن بلا فصل واقع ہوں[2] انگلش میں مترادف کو"Synonym"کہا جاتا ہے کیمبرج ڈکشنری میں"Synonym"کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"A word or phrase that has the same or almost the same meaning as another word or phrase in the same language[3]"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مترادف کا لفظ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً:ایک ہی معنی کے کئی الفاظ،یعنی الفاظ تو کئی ہوں مگر معنی ایک ہی ہو، یا ملتا جلتا معنی ہو، یا کئی الفاظ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہوں،اسی طرح ایک ہی لفظ کے کئی معانی بھی ہوسکتے ہیں،اسی طرح قبائل کے بدلنے سے معنی بھی بدل سکتا ہے۔

مترادفات اور ان کے اثرات:

مترادفات کی نشان دہی کے لیے سنن ابو داؤد سے بنیادی روایات اور باقی تین کتب سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ سے زائد روایات ذکر کی ہیں، مترادف الفاظ کی تبیین وتوضیح کتب لغت سے کی ہے، لغوی، بلاغی اور فقہی پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے اثرات ذکر کیے ہیں، مترادف الفاظ کے دیگر مترادفات بھی ذکر کیے ہیں:

قعر اور جوف:

بنیادی روایت:عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ : لَا يَؤُمُّ رَجُلٌ قَوْمًا، فَيَخُصُّ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ. وَلَا يَنْظُرُ فِي **قَعْرِ** بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ. وَلَا يُصَلِّي وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ"[4]

ترجمہ:سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تین چیزیں کسی آدمی کے لیے جائز نہیں:ایک یہ کہ جو آدمی کسی قوم کا امام ہو وہ انہیں چھوڑ کر خاص اپنے لیے دعا کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی، دوسرا یہ کہ کوئی کسی کے گھر کے اندر اس سے اجازت لینے سے پہلے دیکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو گویا وہ اس کے گھر میں داخل ہو گیا، تیسرا یہ کہ کوئی پیشاب و پاخانہ روک کر نماز پڑھے، جب تک کہ وہ (اس سے فارغ ہو کر) ہلکا نہ ہو جائے"[5]

زائد روایت:عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :"لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي **جَوْفِ** بَيْتِ امْرِئٍ، حَتَّى يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ نَظَرَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يَؤُمَّ قَوْمًا فَيَخُصَّ نَفْسَهُ بِدَعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَقِنٌ"[6] ترجمہ:سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کے گھر کے اندر جھانک کر دیکھے جب تک کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ لے لے۔ اگر اس نے (جھانک کر) دیکھا تو گویا وہ اندر داخل ہو گیا۔ اور کوئی لوگوں کی امامت اس طرح نہ کرے کہ ان کو چھوڑ کر دعا کو صرف اپنے لیے خاص کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے ان سے خیانت کی، اور نہ کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو اور حال یہ ہو کہ وہ پاخانہ اور پیشاب کو روکے ہوئے ہو"[7]

مترادف الحدیث:مذکورہ بالا احادیث میں قعر اور جوف مترادف استعمال ہوئے ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

قعر:اس لفظ کے معنی ہر کھوکھلی چیز کی نچلی سطح، پیندا، تلی، آخری تہہ اور گہرائی، تہہ تک اترنا، کسی برتن کا سب پانی پی لینا یا سب کھالینا، پچھاڑنا اور جڑ سے کاٹنا کے ہیں۔اس کی جمع قعور ہے جیسا کہ فلس کی جمع فلوس ہے۔اسی سے کہا جاتا ہے کہ جلس في قعر بيته اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص گھر سے منسلک رہے۔قعر سے مراد

---

[1] سیبویہ، عمرو بن عثمان، ابو البشر، الکتاب، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، 1408ھ، 1/24

[2] اردو لغت (تاریخی اصول پر) اردو لغت بورڈ کراچی، 17/326

[3] https://dictionary.cambridge.org/us/dictionary/english/synonym

[4] سنن ابي داؤد، كِتَاب الطَّهَارَةِ، باب أَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ، حديث نمبر:90

[5] حکم الحدیث:امام البانی نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے(ضعیف سنن الترمذی357؛ضعیف سنن ابن ماجہ195؛انوار الصحیفہ ص16)

[6] سنن الترمذی، كتاب الصلاة، باب مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخُصَّ الإِمَامُ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ، حديث نمبر357

[7] حکم الحدیث:امام البانی نے ضعیف قرار دیا ہے سوائے جملہ وَلَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَهُوَ حَقِنٌ کے، یہ جملہ صحیح ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے(ضعیف سنن ابو داؤد12،11؛ صحیح سنن ابن ماجہ500؛انوار الصحیفہ ص198)

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

گھر میں دیکھنا ہے۔اسی سے ایک حدیث ہے کہ أَنَّ رَجُلاً تَقعَّرَ عَنْ مالٍ لَهُ اور دوسری روایت میں ہے کہ انْقَعَر عَنْ مَالِهِ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کا مال بالکل ختم ہو جائے[1]

جوف:اس لفظ کے معنی پیٹ، ہر چیز کا اندرونی کھوکھلا حصہ ، بیچ میں سے خالی ہونا، باطن، دل، شرم گاہ اور نرم ہموار زمین کے ہیں، اس کی جمع اجواف ہے۔یہاں جوف سے مراد گھر میں داخل ہونا ہے یا اندر گھس کر دیکھنا ہے[2]

ان کے مترادف دیگر الفاظ بھی مستعمل ہیں:لُجّةٌ سے مراد گہرا پانی یا پانی کی گہرائی ہے،غَوْرٌ سے مراد زیر زمین گہرائی یا سطح زمین سے گہرائی یا نشیبی زمین ہے،عَمِيْقٌ سے مراد گہرا یا گہرائی ہے یہ عام مستعمل ہے[3]

ان الفاظ کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہاں استعمال گھر کے اندر جھانکنے اور گہری نظر ڈالنے کے لیے ہے، گہری نظر ڈالنے پر یہ اثرات مرتب ہوں گے جب کہ سرسری نظر ڈالنے سے یا اچانک نظر پڑ جانے سے یہ اثرات مرتب نہ ہوں گے۔

صَفَّ، سوّیٰ اور عدّل؛ ینطف اور یقطر:

بنیادی روایت:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ :"أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، وَ**صَفَّ** النَّاسُ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَقَامِهِ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَغْتَسِلْ، فَقَالَ لِلنَّاسِ : مَكَانَكُمْ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا **يَنْطُفُ** رَأْسُهُ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَنَحْنُ صُفُوفٌ. وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ حَرْبٍ. وَقَالَ عَيَّاشٌ فِي حَدِيثِهِ : فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتَّى خَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ"[4]

ترجمہ:سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "(ایک مرتبہ) نماز کے لیے اقامت ہو گئی اور لوگوں نے صفیں باندھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، یہاں تک کہ جب اپنی جگہ پر (آکر) کھڑے ہو گئے، تو آپ کو یاد آیا کہ آپ نے غسل نہیں کیا ہے، آپ نے لوگوں سے کہا:"تم سب اپنی جگہ پر رہو"، پھر آپ گھر واپس گئے اور ہمارے پاس (واپس) آئے، تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا اور حال یہ تھا کہ آپ نے غسل کر رکھا تھا اور ہم صف باندھے کھڑے تھے۔یہ ابن حرب کے الفاظ ہیں، عیاش نے اپنی روایت میں کہا ہے: ہم لوگ اسی طرح (صف باندھے) کھڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائے، آپ غسل کئے ہوئے تھے"[5]

زائد روایات:1.عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ :"أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ **فَسَوَّى** النَّاسُ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنُبٌ، ثُمَّ قَالَ : عَلَى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَاغْتَسَلَ، ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ **يَقْطُرُ** مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ"[6] ترجمہ:سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "انہوں نے فرمایا کہ نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی تھی اور لوگوں نے صفیں سیدھی کر لی تھیں۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آگے بڑھے۔لیکن حالت جنابت میں تھے (مگر پہلے خیال نہ رہا) اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کیے ہوئے تھے اور سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی"

2.سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ :"أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَقُمْنَا **فَعَدَّلْنَا** الصُّفُوفَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ ذَكَرَ فَانْصَرَفَ وَقَالَ لَنَا : مَكَانَكُمْ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ **يَنْطُفُ** رَأْسُهُ مَاءً، فَكَبَّرَ فَصَلَّى بِنَا"[7]

ترجمہ:حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ "(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) اقامت کہی گئی، ہم اپنی طرف رسول اللہ کے آنے سے پہلے ہی کھڑے ہو گئے اور اپنے مصلے پر کھڑے ہو گئے آپ نے اللہ اکبر نہیں کہا تھا کہ آپ کو (کچھ) یاد آگیا، اس پر آپ واپس پلٹ گئے اور ہمیں فرمایا: اپنی جگہ پر رہو۔ہم

---

[1] وحید الزماں، لغات الحدیث، نعمانی کتب خانہ، لاہور، 2005ء، 3/585؛القاموس الوحید ص1338؛النھایۃ4/87

[2] القاموس الوحید ص299؛لغات الحدیث 1/362

[3] مترادفات القرآن ص749

[4] سنن ابي داؤد، كِتَاب الطَّهَارَةِ، باب فِي الْجُنُبِ يُصَلِّي بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَاسٍ، حديث نمبر:235

[5] حکم الحدیث:امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (انوار الصحیفہ ص21)

[6] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحيح البخاري، دارالسلام، لاہور، 2009ء، كِتَاب الْأَذَانِ، بَابُ إِذَا قَالَ الإِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتَّى رَجَعَ انْتَظَرُوهُ، حديث نمبر:640

[7] مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، دارالسلام، لاہور، 2010ء، كِتَاب الْمَسَاجِدِ وَمَوَاضِعِ الصَّلَاة، باب مَتَى يَقُومُ النَّاسُ لِلصَّلَاةِ، حديث نمبر605

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

آپ کے انتظار میں کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ تشریف لے آئے، آپ غسل کیے ہوئے تھے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہمیں نماز پڑھائی"

3.عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ :"خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ، وَكَبَّرَ، ثُمَّ أَشَارَ إِلَيْهِمْ فَمَكَثُوا، ثُمَّ انْطَلَقَ فَاغْتَسَلَ، وَكَانَ رَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً، فَصَلَّى بِهِمْ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : إِنِّي خَرَجْتُ إِلَيْكُمْ جُنُبًا، وَإِنِّي نَسِيتُ حَتَّى قُمْتُ فِي الصَّلَاةِ"[1]

ترجمہ:سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے نکلے اور آپ نے « اللہ اکبر » کہا، پھر لوگوں کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں، لوگ ٹھہرے رہے، پھر آپ گھر گئے اور غسل کر کے آئے، آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: میں تمہارے پاس جنابت کی حالت میں نکل آیا تھا، اور غسل کرنا بھول گیا تھا یہاں تک کہ نماز کے لیے کھڑا ہو گیا"[2]

مترادف الحدیث: مذکورہ بالا روایات میں صَفَّ، سوّی اور عدّل مترادف ہیں، اسی طرح ینطف اور یقطر مترادف ہیں، جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

صفّ:اس لفظ کے معنی لائن میں لگنا، صف سیدھی کرنا، صف بندی کرنا، ہر چیز کی سیدھی لائن، قطار، صف بستہ لوگ، تعلیمی درجہ یا کلاس اور کالم ہیں۔اسی سے کہا جاتا ہے: صَفَّ الجیشَ یَصُفُّهُ صَفّاً، وصَافَّهُ فَهُوَ مُصَافّ جب دشمن کی صفوں کے مقابلہ میں صفیں ترتیب دی جائیں۔اسی سے لفظ المَصَافّ ہے جو مَصَفّ کی جمع ہے یہ میدانِ جنگ کو کہتے ہیں جہاں صفیں موجود ہوتی ہیں۔لفظ صف کی جمع صفوف ہے[3]

سوّی:اس لفظ کے معنی ٹھیک کرنا، درست اور سیدھا کرنا، مناسب و معتدل بنانا ہیں[4]

عدّل:اس لفظ کے معنی درست کرنا اور معتدل بنانا ہیں۔اسی سے اہلِ عرب کا قول ہے: عَدَلَ عَنْهُ یَعْدِلُ عُدُولًا جب ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف میلان ہو جائے۔اسی سے واقعہ معراج کی حدیث میں ہے:فأتیتُ بإنَاءَیْن، فعَدَّلْتُ بَیْنَهُمَا۔اسی سے کہا جاتا ہے:هُوَ یُعَدِّل أمْرَه و یُعَادِلُه یعنی جب کوئی شخص دو معاملوں میں توقف کرے گویا کہ دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں اور وہ ان کے درمیان ترجیح بھی نہ دے سکے[5]

سوّی کے مترادف سَوَاء اور إِسْتَوىٰ مستعمل ہیں:سَوَاء اور إِسْتَوىٰ سے مراد حالت اور مقدار کی برابری ہے اسی طرح إِسْتَوىٰ کا استعمال عَلىٰ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی کسی سواری پر جم کر بیٹھنا ہوتا ہے اور عدل کا تعلق ان چیزوں سے ہے جن میں حواس ظاہرہ سے برابری پیدا کی جا سکے اور سَوّی حالت اور مقدار میں برابری اور مساوات کو کہتے ہیں اور عدل کے مترادف قِسط کا لفظ بھی مستعمل ہے:قِسط کا لفظ دوسرے کو اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے وہ یکمشت ہو یا بالاقساط ہو خصوصا جب باب افعال سے ہو اور اس کا تعلق ظاہری چیزوں سے ہوتا ہے، عدل دوسرے کو اس کا پورا پورا حق یا اس کی مالیت کے برابر اس کا عوض دینا اور تناسب و مساوات کو ملحوظ رکھنا اور اس کا استعمال ظاہری اور باطنی امور میں عام ہے، اسی طرح ان کے مترادف مزید الفاظ بھی مستعمل ہیں: مُسْتَقِیْمٌ متوازن، معتدل اور سیدھا، سَوّی ہموار سیدھا اور درست، سَوَاءٌ درمیان سے گزرنے والا اور سیدھا، قَصَد اقدار کی صحیح تعین کرنے والا اور افراط و تفریط سے پاک، سَدِیْدٌ ایسی چیز جس میں کوئی رکھنا اور اونچ نیچ نہ ہو، مضبوط صاف اور سیدھا[6]

مذکورہ بالا الفاظ کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ سوّی اور عدّل سے مراد صفیں درست کروانا ہے جیسا کہ بعض دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ صفوں کی درستی کا خاص خیال رکھا کرتے اور صفیں درست کروایا کرتے۔جب کہ صفّ سے مراد خود صفوں کو درست کرنا ہے گویا کہ امام کی توجہ اور دھیان کے بغیر مقتدی صفیں بالکل درست کر لیں۔اس سے نبی کریم ﷺ کے کلام فصاحت و بلاغت اور جامعیت ثابت ہوتی ہے۔اس سے یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ سوّی اور عدّل سے امام کا باقاعدہ صفیں درست کروانا ثابت ہوتا ہے اور صفّ سے لوگوں کا خود صفیں درست کرنا ثابت ہوتا ہے۔

---

[1]سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة والسنة، بَابُ:مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ عَلَى الصَّلَاةِ، حدیث نمبر1220

[2]حکم الحدیث: امام البانی نے حسن صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (صحیح ابوداؤد227؛انوار الصحیفہ ص420)

[3]النهایۃ3/38؛القاموس الوحید ص929-928

[4]القاموس الوحید ص828

[5]النهایۃ3/191؛القاموس الوحید ص1055

[6]مترادفات القرآن ص210،601-157،209

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ینطف: اس لفظ کے معنی کم پانی کا ٹپکنا، تھوڑا تھوڑا بہنا، فسق وفجور کی تہمت لگانا اور بہانا ہیں۔ اسی سے سیدنا عیسی علیہ السلام کے نزول کی حدیث میں ہے: ینطف راسه ماء ان کے سر سے پانی کے قطرات بہہ رہے ہوں گے۔ اسی سے منی کو اس کے کم ہونے کی وجہ سے نطفہ کہا جاتا ہے [1]

یقطر: اس لفظ کے معنی پانی یا آنسو وغیرہ کے قطرے ٹپکنا، بہنا اور قطرہ قطرہ گرنا ہیں [2]

اس معنی کے حصول کے لیے دیگر الفاظ بھی مستعمل ہیں: مَطَرٌ ہر طرح کی بارش کے لیے یہ اسم جنس ہے، مَآءٌ بمعنی پانی مجازا بارش کے لیے استعمال ہوتا ہے، طَلٌّ شبنم یا پھوہار، وَدَقٌ دھیمی اور لگاتار بارش، غَیْثٌ مناسب وقت پر حسب ضرورت بارش، مِدْرَارٌ پانی کی فراوانی پر دلالت کرتا ہے، غَدَقٌ ایسی بارش جس میں پانی وافر ہو اور وہ فائدہ مند بھی ہو یعنی سبزہ اگانے کا باعث بنے، صَیِّبٌ زوردار بڑے بڑے قطروں والی بارش بوچھاڑ، وَابِلٌ ایسی شدید بارش جو خس وخوشاک بہالے جائے [3]

مذکورہ بالا الفاظ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی کلام کی جامعیت پر دلالت کرتے ہیں ان دونوں کا استعمال پانی کا قطرات کی صورت میں بہنا اور ٹپکنا کے لیے ہوتا ہے۔

تَقْصَعُهُ اور بَلَّتْهُ؛ تَحُتُّهُ اور تَحُكُّهُ:

بنیادی روایت: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: "قَدْكَانَ يَكُونُ لِإِحْدَانَا الدِّرْعُ فِيهِ تَحِيضُ وَفِيهِ تُصِيبُهَا الْجَنَابَةُ ثُمَّ تَرَى فِيهِ قَطْرَةً مِنْ دَمٍ **فَتَقْصَعُهُ** بِرِيقِهَا"[4]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ "ہم میں سے ایک کے پاس ایک قمیص ہوتی، اسی میں اسے حیض بھی آتا اور اسی میں اسے جنابت بھی لاحق ہوتی، پھر اس میں خون کا کوئی قطرہ اسے نظر آتا تو وہ اسے اپنے تھوک سے مل کر کھرچ ڈالتی"[5]

زائد روایات: 1. قَالَتْ عَائِشَةُ: "مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ، فَإِنْ أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ **بَلَّتْهُ** بِرِيقِهَا ثُمَّ قَصَعَتْهُ بِرِيقِهَا"[6]

ترجمہ: ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ "ہم میں سے کسی کے پاس سوائے ایک کپڑے کے کوئی اور کپڑا نہیں ہوتا تھا، اسی کپڑے میں اسے حیض (بھی) آتا تھا، اگر اس میں (حیض کا) کچھ خون لگ جاتا تو وہ اپنے تھوک سے اسے ترکرتی پھر اسے تھوک کے ذریعہ ناخن سے کھرچ دیتی تھی"[7]

2. قَالَتْ عَائِشَةُ: "مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ، فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ **قَالَتْ** بِرِيقِهَا فَقَصَعَتْهُ بِظُفْرِهَا"[8]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا تھا، جسے ہم حیض کے وقت پہنتی تھیں۔ جب اس میں خون لگ جاتا تو اس پر تھوک ڈال لیتیں اور پھر اسے ناخنوں سے مسل دیتیں۔

3. "كَانَتْ عَائِشَةُ تَرَى الشَّيْءَ مِنَ الْمَحِيضِ فِي ثَوْبِهَا **فَتَحُتُّهُ** بِالْحَجَرِ أَوْ بِالْعُودِ أَوْ بِالْقَرْنِ، ثُمَّ تَرُشُّهُ"[9]

ترجمہ: "سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حیض لگے کپڑے کے بارے میں خیال تھا کہ عورت اسے پتھر یا لکڑی یا سینگ سے رگڑ دے، پھر اس پر پانی چھڑک دے"

4. عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: "وَكَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ فَيَكُونُ فِي ثَوْبِهَا الدَّمُ **فَتَحُكُّهُ** بَالْحَجَرِأَوْبَالْعُودِأَوْبَالْعَظْمِ ثُمَّ تَرُشُّهُ وَتُصَلِّي"[10]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم میں کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جاتا تو اس کو پتھر یا ہڈی یا لکڑی کے ساتھ کھرچ دیتی پھر اس پر پانی کے چھینٹے مارتی اور نماز پڑھ لیتی"

مترادف الحدیث: مذکورہ روایات میں تَقْصَعُهُ اور بَلَّتْهُ ، تَحُتُّهُ اور تَحُكُّهُ مترادف ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

---

[1] لغات الحدیث 4/365؛ القاموس الوحید ص 1664؛ النھایۃ 5/75

[2] القاموس الوحید ص 1328؛ لغات الحدیث 3/575

[3] مترادفات القرآن ص 177

[4] سنن ابي داؤد، كِتَاب الطَّهَارَةِ، باب الْمَرْأَةِ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِي تَلْبَسُهُ فِي حَيْضِهَا، حديث نمبر 364

[5] حکم الحدیث: امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے، شیخ زبیر علی زئی نے ضعیف قرار دیا ہے کیوں کہ اس میں عبد اللہ بن ابی نجیح راوی مدلس ہے اور عنعنہ سے بیان کر رہا ہے (انوار الصحیفہ ص 27)

[6] سنن ابي داؤد، كِتَاب الطَّهَارَةِ، باب الْمَرْأَةِ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِي تَلْبَسُهُ فِي حَيْضِهَا، حديث نمبر 358

[7] حکم الحدیث: امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (انوار الصحیفہ ص 27)

[8] صحيح البخاري، كِتَاب الْحَيْضِ، بَابُ هَلْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيهِ، حديث نمبر 312

[9] الدارمی، عبدالله بن عبدالرحمان، ابومحمد، سنن الدارمي، دار المغنى للنشروالتوزيع، المملكة العربية السعودية، 1412ھ، من كتاب الطهارة، باب الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ تُصَلِّي فِي ثَوْبِهَا إِذَا طَهُرَتْ، حديث نمبر 1061

[10] الصنعانی، عبدالرزاق بن همام، ابوبكر، المصنف، دارالتاصيل، بيروت، 1437ھ، بَابُ دَمِ الْحَيْضَةِ تُصِيبُ الثَّوْبَ، حديث نمبر 1228

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

تَقْصَعُه: یہ قصع سے ہے، جس کے معنی پانی کے گھونٹ بھرنا، جگالی باہر نکالنا، پیٹ کے اندر لے جانا، چبانا، لازم کرلینا، تسکین دینا، بھر جانا، مار ڈالنا، چھوٹا سمجھنا، حقیر جاننا اور سر پر چپت لگانا ہیں۔ اسی سے فتقصعه بريقها ہے جس کا مطلب رگڑ اور مسل کر زائل کرنا ہے۔ اسی سے قصع القملة ہے جس کا مطلب جوئیں ناخنوں میں پھنسا کر رگڑ کر مارنا ہے[1]

بَلَّتْهُ: یہ بلل سے ہے یہ یبس (خشکی) کی ضد ہے، جس کے معنی پانی سے تر کرنا، تری، گیلا پن، تھوڑی چیز اور آراستگی ہیں۔ اسی سے وابتلت العروق ہے جس کا مطلب رگیں تر ہونا ہے[2]

مذکورہ بالا دونوں الفاظ تَقْصَعُهُ اور بَلَّتْهُ اس اعتبار سے باہم مترادف ہیں کہ ان دونوں کا تعلق پانی کے استعمال سے ہے لیکن ان دونوں میں اس اعتبار سے فرق موجود ہے کہ تَقْصَعُه کو بریقها سے مقید کیا ہے تو معلوم ہوا کہ کپڑے کی صفائی کے لیے تھوک کا استعمال کیا گیا ہے یعنی اس لفظ کے تنہا استعمال سے اس طریقہ سے صفائی کا معلوم نہ ہوتا جب کہ بَلَّتْهُ کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے کی صفائی کے لیے پانی کا استعمال ناگزیر ہے کیوں کہ اس لفظ میں بذاتِ خود پانی کے استعمال کا مفہوم موجود ہے۔ ان دو لفظوں کے علاوہ اس معنی کے حصول کے لیے دو مزید لفظ قالت اور تَرُشُّهُ بھی مستعمل ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث میں موجود ہیں جن میں قالت کا مطلب فعلت ہے یعنی کام کرنا جب کہ تَرُشُّهُ کا مطلب پانی کے قطرات گرانا اور چھینٹے مارنا ہے۔ تَرُشُّهُ اور بَلَّتْهُ میں فرق یہ ہے کہ تَرُشُّهُ میں پانی کے چھینٹے مارنے کا مطلب ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کپڑے کی صفائی کے لیے کم پانی کا استعمال کرنا ہے جب کہ بَلَّتْهُ میں پانی سے تر کرنے کا معنی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کپڑے کی صفائی کے لیے پانی کے چھینٹے مارنے سے زیادہ پانی استعمال کرنا ہے۔ اس سے نبی کریم ﷺ کے کلام کی بلاغت واضح ہوتی ہے کہ ایک معنی کے حصول کے لیے چار مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

تَحُتُّهُ: یہ حَتَّ سے ہے، جس کے معنی رگڑنا، گھسنا، کھرچنا، چھیلنا اور گرنا ہیں[3]

تَحُكُّهُ: یہ حَكَّ سے ہے، جس کے معنی کپڑے کو رگڑ کر کوئی چیز صاف کرنا، دور کرنا، رگڑنا، ملنا، چھیلنا اور کھجانا ہیں[4]

اس معنی کے حصول کے لیے دیگر الفاظ بھی مستعمل ہیں: مَحَّصَ کسی چیز کی ظاہری اور باطنی آلائشوں اور کمزوریوں سے پاک کرنا، زَكّٰى نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا، طَهَّرَ ظاہری نجاست نیز شرک اور وساوس کی آلائشوں سے پاک صاف کرنا، صَفَا خام پیداوار کو اس کی آلائشوں سے پاک کرنا، بَرَّأَ کسی کو تہمت یا عیب سے پاک کرنا، مَسَحَ ہاتھ پھیر کر گرد الائش وغیرہ کو پہنچنا چھاڑنا اور صاف کرنا[5]

مذکورہ بالا دونوں الفاظ تَحُتُّهُ اور تَحُكُّهُ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں معنی کے اعتبار سے کوئی خاص فرق نہیں ہے جیسا کہ امام ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ والحكُّ، والحتُّ، والقَشْرُ سَوَاءٌ یعنی یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں ان میں کوئی فرق نہیں ہے[6] لہذا اس سے نبی کریم ﷺ کے کلام کی فصاحت وبلاغت واضح ہوتی ہے۔

هَبَّ اور قَامَ:

بنیادی روایت: حَدَّثَنِي شَرِيقٌ الْهَوْزَنِيُّ قَالَ :" دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَسَأَلْتُهَا : بِمَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ ؟ فَقَالَتْ : لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ، كَانَ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا وَحَمَّدَ عَشْرًا، وَقَالَ : سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ

[1] لغات الحدیث 3/564؛ القاموس الوحید ص 1321؛ النهایۃ 4/73

[2] القاموس الوحید ص 180؛ لغات الحدیث 1/174

[3] لغات الحدیث 1/388؛ القاموس الوحید ص 363

[4] القاموس الوحید ص 309؛ لغات الحدیث 1/482

[5] مترادفات القران ص 286، 618

[6] النهایۃ 1/337

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

عَشْرًا، وَقَالَ : سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ عَشْرًا، وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، ثُمَّ قَالَ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا، وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا، ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ"[1]

ترجمہ:شریق ہوزنی کہتے ہیں:"میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں نیند سے جاگتے تو پہلے کیا کرتے ؟ توانہوں نے کہا: تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی، جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی ہے، آپ جب رات میں نیند سے جاگتے تو دس بار، « الله اكبر » کہتے، دس بار « الحمد الله » کہتے، دس بار « سبحان الله وبحمده » کہتے، دس بار « سبحان الملك القدوس » کہتے، اور دس بار « استغفر الله » کہتے، اور دس بار « لا إله إلا الله » کہتے، پھر دس بار « اللهم إني أعوذ بك من ضيق الدنيا وضيق يوم القيامة » اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کی تنگی سے اور قیامت کے دن کی تنگی سے کہتے، پھر نماز شروع کرتے"[2]

زائد روایات:1.عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ : سَأَلْتُ عَائِشَةَ :"بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَفْتَتِحُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ اللَّيْلِ ؟ فَقَالَتْ : لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ، كَانَ إِذَا قَامَ كَبَّرَ عَشْرًا، وَحَمِدَ اللَّهَ عَشْرًا، وَسَبَّحَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَقَالَ : " اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي، وَعَافِنِي ". وَيَتَعَوَّذُ مِنْ ضِيقِ الْمَقَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[3]

ترجمہ:عاصم بن حمید کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام اللیل (تہجد) کو کس دعا سے شروع کرتے تھے ؟ تو انہوں نے کہا: تم نے مجھ سے ایک ایسی چیز کے متعلق پوچھا ہے کہ تم سے پہلے کسی نے بھی اس کے متعلق مجھ سے نہیں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دس بار « الله اكبر »، دس بار « الحمد لله »، دس بار « سبحان الله »، دس بار « لا إله إلا الله »، اور دس بار « استغفر الله » کہتے اور یہ دعا کرتے: « اللهم اغفر لي واهدني وارزقني وعافني » اللہ! میری مغفرت فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے رزق عطا کر، اور مجھے عافیت سے رکھ، پھر قیامت کے دن (سوال کے لیے) کھڑے ہونے کی پریشانی سے پناہ مانگتے تھے"[4]

2.حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ الْجُرَشِيُّ قَالَ : سَأَلْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ :"مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، وَبِمَ كَانَ يَسْتَفْتِحُ ؟ قَالَتْ : كَانَ يُكَبِّرُ عَشْرًا، وَيُسَبِّحُ عَشْرًا، وَيُهَلِّلُ عَشْرًا، وَيَسْتَغْفِرُ عَشْرًا، وَيَقُولُ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي عَشْرًا، وَيَقُولُ : اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الضِّيقِ يَوْمَ الْحِسَابِ عَشْرًا"[5]

ترجمہ:ربیعہ جرشی کہتے ہیں کہ " ایک مرتبہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو کیا دعا پڑھتے تھے اور کس چیز سے آغاز فرماتے تھے ؟ انہوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ تکبیر کہتے تھے، دس مرتبہ الحمد، دس مرتبہ سبحان اللہ، دس مرتبہ لا الہ الا اللہ اور دس مرتبہ استغفر اللہ کہتے تھے اور دوسری مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے اے اللہ! مجھے معاف فرما، مجھے ہدایت عطاء فرما اور مجھے رزق عطاء فرما اور دس مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے، اے اللہ! میں حساب کے دن کی تنگی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں"

مترادف الحدیث: ان روایات میں هَبَّ اور قَامَ مترادف ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

هَبَّ: اس کا مطلب تیار ہونا، اٹھ کھڑے ہونا، بیدار ہونا اور جذبہ وچستی سے کوئی کام سرانجام دینا ہے، اسی سے حدیث لقد رأيتُ أصحاب رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُبُّون إليْها كَمَا يَهُبُّون إِلَى المكْتُوبة ہے یعنی صحابہ کرام جس طرح جذبہ اور چستی سے نماز مغرب کی فرض رکعات کا خیال رکھا کرتے بعینہ نماز مغرب سے قبل سنن کا خیال رکھتے، اسی سے هب النائم بمعنی سونے والا جاگا مستعمل ہے[6]

قَامَ: یہ قیام سے ہے، اس کا مطلب کھڑے ہونا اور قیام کرنا ہے۔

---

[1] سنن ابي داؤد، أَبْوَابُ النَّوْمِ، باب مَا يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ، حديث نمبر 5085

[2] حکم الحدیث: امام البانی نے حسن صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (صحیح ابن ماجہ 1356؛ انوار الصحیفہ ص 187)

[3] سنن ابي داؤد، أبواب تفريع استفتاح الصلاة، باب مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ، حديث نمبر 766

[4] حکم الحدیث: امام البانی نے حسن صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (انوار الصحیفہ ص 41)

[5] احمدبن حنبل، مسنداحمد، مؤسسة الرسالة، بيروت، 1421ھ، مسندالنساء، مسندعائشة، حديث نمبر 25102

[6] القاموس الوحید ص 1734؛ النہایۃ 5/238؛ لغات الحدیث 4/552

اس معنی کے حصول کے لیے دیگر الفاظ بھی مستعمل ہیں: إِنْبَعَثَ اٹھ کر تنہا کسی مقصد کے لیے روانہ ہو جانا، نَشَرَ اٹھنا اور پھیل جانا، نَشَزَ کسی تحریک کی بنا پر اٹھنا، قَامَ یہ قَعَدَ اور جَلَسَ کی ضد ہے یہ کھڑا ہونے کے لیے عام لفظ ہے، وَقَفَ بے حس اور بے حرکت کھڑا ہونا، چلتے چلتے یا کام کرتے ہوئے تھوڑی دیر تک رک جانا اور ٹھہر جانا، نَتَقَ کسی چیز کو ایک طرف جھکا دینا[1]

ان الفاظ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ قَامَ کا مطلب صرف اٹھنا اور کھڑے ہونا ہے جب کہ هَبَّ کا مطلب مستعد ہونا، باقاعدہ تیاری کرنا، جذبہ اور چستی سے کام سرانجام دینا ہے لہذا معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ویسے بیدار ہوتے یا باقاعدہ عبادت کے لیے بیدار ہوتے ہر دو صورتوں میں حدیث مبارکہ میں موجود عمل سے آغاز فرماتے۔

سِوَى اور وَرَاء:

بنیادی روایت: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ"[2] ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "علم تین چیزوں کا نام ہے اور جو ان کے علاوہ ہے وہ اضافی ہے (بنیادی نہیں) محکم آیات، ثابت شدہ سنتیں اور مالی حقوق جو عدل پر مبنی ہوں"

حکم الحدیث: امام البانی نے ضعیف قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے کیوں اس میں عبد الرحمان بن زیاد بن انعم الافریقی راوی اپنے حافظہ کے اعتبار سے ضعیف ہے[3]

زائد روایت: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:"الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ، فَمَا وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: آيَةٌ مُحْكَمَةٌ، أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ، أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ"[4] ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علم تین چیزیں ہیں اور جو کچھ ان کے علاوہ ہے وہ اضافی ہے محکم آیات، ثابت شدہ سنتیں اور مالی حقوق جو عدل پر مبنی ہوں"

حکم الحدیث: امام البانی نے ضعیف قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے ضعیف قرار دیا ہے[5]

مترادف الحدیث: ان روایات میں سِوَى اور وَرَاءَ مترادف ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

سِوَى: اس کا مطلب غیر، علاوہ اور بدل ہے، یہ حرف استثناء ہے جیسے: جَاؤُاسِوَى زَيْدٍ زید کے علاوہ سب آئے[6]

وَرَاءَ: یہ لغت اضداد سے ہے، اس کا مطلب لڑکے کی اولاد، پوتا، چوڑی اور سخت ہڈیوں والا آدمی، کسی کی آنکھ سے اوجھل پیچھے ہو یا آگے ہو ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: مِّن وَرَآئِهِۦ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّآءٍ صَدِيدٍ[7] اس کے آگے (سامنے) دوزخ ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے، اس کے معنی آگے بھی اور پیچھے بھی، اس پار بھی اُس پار بھی، ادھر بھی اُدھر بھی ہیں، اسی لحاظ سے یہ سوائے کا معنی بھی دے جاتا ہے یعنی ان سب اطراف یا چیزوں کے علاوہ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ[8] پھر جو اس کے سوا یا علاوہ راستے چاہے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں[9]

---

[1] مترادفات القران ص119، 720

[2] سنن ابی داود، كِتَابُ الْفَرَائِضِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ الْفَرَائِضِ، حدیث نمبر 2885

[3] ضعیف سنن ابن ماجه 54؛ انوار الصحیفہ ص16، 104

[4] سنن ابن ماجه، كِتَابُ السُّنَّةِ، بَابُ اجْتِنَابِ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ، حدیث نمبر 54

[5] ضعیف ابو داود 496؛ انوار الصحیفہ ص376

[6] القاموس الوحید ص829

[7] ابراهيم 16:14

[8] المعارج 31:70

[9] مترادفات القرآن ص596؛ القاموس الوحید ص1834

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

ان دونوں کا تعلق حروف استثناء سے ہے لہذا ان حروف کے معنی میں استثناء کے ساتھ کچھ معنوی فوائد بھی پائے جاتے ہیں جیسے إِلَّا استثناء کے ساتھ حصر کا فائدہ دیتا ہے، غَيْرَ استثناء کے ساتھ نفی کا فائدہ دیتا ہے، دُوْنَ استثناء کے ساتھ کہتری کا فائدہ دیتا ہے اور وَرَاء ہمہ جہتی استثناء کے لیے آتا ہے[1]

ان الفاظ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ سِوَی کی نسبت وَرَاءَ کے مفہوم میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے جیسا کہ سِوَی غیر، علاوہ اور بدل کا معنی دیتا ہے جب کہ وَرَاءَ میں آگے، پیچھے، سامنے، ادھر، ادھر وغیرہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

فَقْر اور مسكنة:

بنیادی روایت: أَنَّ أَبَا مَرْيَمَ الْأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ قَالَ "دَخَلْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ مَا أَنْعَمَنَا بِكَ أَبَا فُلَانٍ وَهِيَ كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ فَقُلْتُ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ أُخْبِرُكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ **وَفَقْرِهِمْ** احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ **وَفَقْرِهِ** قَالَ فَجَعَلَ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ"[2]

ترجمہ: جناب ابو مریم ازدی بیان کرتے ہیں کہ "میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا (جب کہ وہ شام میں حکمران تھے) تو انہوں نے کہا: اے ابو فلاں! کیا خوب آئے ہو (یعنی ہمیں تمہارے آنے سے خوشی ہوئی ہے) اور یہ جملہ «أنعمنا بك» عرب لوگ بطور استقبال و خوش آمدید بولا کرتے ہیں، میں نے عرض کیا: ایک حدیث ہے جو میں آپ کو بتانے آیا ہوں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمایا: اللہ تعالی نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا والی اور ذمہ دار بنا دیا ہو، پھر وہ ان کی ضروریات، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے ملنے سے گریز کرے (حجاب میں رہے) تو اللہ تعالی بھی اس سے حجاب فرلے گا، جب کہ وہ ضرورت مند ہو گا، محتاج ہو گا اور فقیر ہو گا، چناں چہ انہوں نے ایک آدمی مقرر کر دیا جو لوگوں کی ضروریات اور حاجات ان تک پہنچاتا تھا"[3]

زائد روایت: قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ لِمُعَاوِيَةَ: "إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُونَ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْخَلَّةِ **وَالْمَسْكَنَةِ**، إِلاَّ أَغْلَقَ اللهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ وَحَاجَتِهِ **وَمَسْكَنَتِهِ** فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلاً عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ"[4]

ترجمہ: سیدنا عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: جو بھی حاکم حاجت مندوں، محتاجوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازے بند رکھتا ہے تو اللہ تعالی بھی اس کی ضرورت، حاجت اور مسکنت کے لیے اپنے دروازے بند رکھتا ہے، جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو لوگوں کی ضرورت کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا"[5]

مترادف الحدیث: ان روایات میں فَقْر اور مسكنة مترادف ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

فَقْر: اس کا مطلب غریب و مفلس ہونا، نادار ہونا، تہی دستی، غربت، افلاس، محتاجی، ناداری، شگاف، سوراخ، حرص اور غم ہے، اس کی جمع مَفَاقِرُ اور فُقُوْرٌ ہے، فَقْرٌ اور فَقْرَۃٌ ریڑھ کی ہڈی کے منکے کو کہتے ہیں اور اس کی جمع فِقَارٌ ہے، فِقْرَۃٌ بمعنی ریڑھ کی ہڈی اور فَقْرٌ ریڑھ کی ہڈی یا کمر توڑنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: فَقَرَتْهُ الدَّاهِيَةُ اس پر ایسی مصیبت نازل ہوئی جس نے اس کی کمر کی ہڈی توڑ دی گویا فقر کمر توڑنے والی یا انتہائی مفلسی کو کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦ[6] اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے غنی کر دے گا[7]

مسكنة: اس کا مطلب غربت و ناداری، عاجزی، بدحالی اور بے چارگی ہے، المسکین سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس بال بچوں کی کفایت بھر سامان زیست نہ ہو گویا کمزور و عاجز اور حقیر و ذلیل ہو اس کی جمع مَسَاكِيْنُ ہے، بعض کے نزدیک مسکین وہ ہے جو بمشکل گزر بسر کر رہا ہو لیکن اس کی ملکیت کچھ نہ ہو یعنی رہائش بھی نہ ہو، اہل لغت کا اس بات میں اختلاف ہی رہا ہے کہ آیا معاشی طور پر فقیر سب سے زیادہ کمزور ہوتا یا مسکین؟ تاہم قرآن کے انداز بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ فقیر ہی زیادہ تنگ دست

---

[1] مترادفات القرآن ص597

[2] سنن ابی داؤد، كِتَابُ الْخَرَاجِ وَالْإِمَارَةِ وَالْفَيْءِ، بَابٌ فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامُ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحَجَبَةِ عَنْهُ، حدیث نمبر 2948

[3] حکم الحدیث: امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے بھی صحیح یا حسن قرار دیا ہے (انوار الصحیفہ ص107)

[4] سنن الترمذی، أَبْوَابُ الْأَحْكَامِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَابُ مَا جَاءَ فِي إِمَامِ الرَّعِيَّةِ، حدیث نمبر 1332

[5] حکم الحدیث: امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (صحیح ابوداؤد 2614؛ انوار الصحیفہ ص223)

[6] النور 32:24

[7] القاموس الوحید ص1247-1246؛ مترادفات القرآن ص352

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

اور محتاج ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا وَٱلۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفِي ٱلرِّقَابِ وَٱلۡغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِۖ فَرِيضَةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٞ[1] اس آیت میں فقیر کا لفظ مسکین پر مقدم ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر زیادہ تنگ دست اور کمزور ہوتا ہے، اسی طرح قرآن مجید کی آیت أَمَّا ٱلسَّفِينَةُ فَكَانَتۡ لِمَسَٰكِينَ يَعۡمَلُونَ فِي ٱلۡبَحۡرِ فَأَرَدتُّ أَنۡ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٞ يَأۡخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصۡبٗا[2] سے ثابت ہوتا ہے کہ مسکین مالک ہو سکتا ہے اور فقیر مسکین کی نسبت زیادہ کمزور ہوتا ہے[3]

فقر اور مسكنة کے علاوہ کچھ مزید الفاظ ان معنوں میں مستعمل ہیں: عيلة سے مراد اہل وعیال کے خرچے تلے دب جانا، املاق کا مطلب تنگ دست ہونے کی فکر مسلسل لاحق رہنا، قتر سے مراد اہل وعیال پر خرچ کرنے میں بخل کرنا اور متربة سے مراد غربت کی وجہ سے خاک ہو جانا ہے[4]

ان الفاظ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر اور مسکین اگر علیحدہ علیحدہ استعمال ہوں تو یہ ایک دوسرے کے مترادف ہوتے ہیں لیکن اگر اکٹھے استعمال ہوں تو شاذ ونادر مترادف ہوتے ہیں لیکن مترادف استعمال ہونے کی صورت میں فقیر مسکین کی نسبت زیادہ تنگ دست اور کمزور ہوتا ہے جب کہ مسکین کچھ نہ کچھ ملکیت ضرور رکھتا ہے لیکن روزمرہ جائز حاجات پوری کرنے سے قاصر ہوتا ہے اس تفصیل کی بنیاد پر ان دونوں میں فرق کیا جائے گا۔

السَّبَّابَةَ، السَّبَّاحَة، وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ؛ فَرَّجَ اور فرَّقَ:

بنیادی روایت: عَنْ سَهْلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَقَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطَى **وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ**"[5]

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی درمیان والی اور انگوٹھے کی ساتھ والی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا"[6]

زائد روایات: 1.عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ يَعْنِي **السَّبَّابَةَ** وَالْوُسْطَى"[7]

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں کی طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا"[8]

2.عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ ، وَأَشَارَ **بِالسَّبَّاحَةِ** وَالْوُسْطَى"[9]

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا"

3.عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" وَأَنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ **بِالسَّبَّابَةِ** وَالوُسْطَى، **وَفَرَّجَ** بَيْنَهُمَا شَيْئًا"[10]

ترجمہ: سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ کھلی رکھی"

---

[1] التوبة 60:9

[2] الکہف 79:18

[3] القاموس الوحید ص786؛ مترادفات القرآن ص 353-352

[4] مترادفات القرآن ص354

[5] سنن ابوداؤد، كِتَابُ النَّومِ، بَابٌ فِي مَنْ ضَمَّ الْيَتِيمَ، حدیث نمبر5150

[6] حکم الحدیث: امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (صحیح الترمذی1200؛ انوار الصحیفہ ص179)

[7] سنن الترمذی، أَبْوَابُ البِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ الْيَتِيمِ وَكَفَالَتِهِ، حدیث نمبر1918

[8] حکم الحدیث: امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے (الصحیحہ800؛ انوار الصحیفہ ص237)

[9] ابویعلیٰ، احمدبن علی، الموصلی، مسند أبي يعلى الموصلي، مكتبة دارالاقصیٰ، الكويت، 1405ھ، حديث سهل بن سعد الساعدي عن النبي صلى الله عليه وسلم، حديث نمبر7553

[10] صحيح البخاری، كِتَابُ الطَّلاَقِ، بَابُ اللِّعَانِ، حدیث نمبر5304

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

4. عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : **"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى ، وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا قَلِيلًا"**[1]

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں کی طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا"

مترادف الحدیث: ان روایات میں السَّبَّابَةَ، السَّبَّاحَة، وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ مترادف ہیں، اسی طرح فَرَّجَ اور فَرَّقَ مترادف ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ: اس سے مراد وہ انگلی ہے جو انگوٹھے کے ساتھ والی ہے، اس میں اس انگلی کے نام کا ذکر نہیں ہے۔

السَّبَّابَةَ: یہ سَبٌّ سے ہے جس کا مطلب گالی دینا، برا بھلا کہنا، بے عزتی کرنا، اہانت کرنا، عیب لگانا اور آڑے ہاتھوں لینا ہے، اسی سے السَّبَّابَةَ ہے جس کا مطلب انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی اور انگشتِ شہادت ہے[2]

السَّبَّاحَة: یہ سبح سے ہے، اس کا مطلب شہادت کی انگلی ہے اس کو کلمہ کی انگلی بھی کہتے ہیں کیوں کہ تسبیح کے وقت اس سے اشارہ کرتے ہیں، اہل عرب جاہلیت میں اسے سبابہ یعنی گالی دینے والی انگلی کہتے تھے پھر مسلمانوں نے یہ نام برا جان کر سباحہ سے بدل دیا، اسی سے حدیث وضو فأدخَل أصبُعَيْه السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنه ہے[3]

ان الفاظ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ سے مراد کون سی انگلی ہے اس کی تعیین السَّبَّابَةَ اور السَّبَّاحَة کے لفظ ذکر کر کے کر دی ہے جب کہ السَّبَّاحَة اور السَّبَّابَةَ ایک ہی انگلی کے دو مختلف نام ہیں جس کے اسباب بھی مختلف ہیں۔

فَرَّقَ: اس کا مطلب پھوٹ ڈالنا، منتشر کرنا، ٹکڑے کرنا، بکھیرنا اور تقسیم کرنا ہے، اسی سے تفریق ہے جس کا مطلب جدائی کا عمل، حساب میں تقسیم کا عمل، خلاف جمع، جدائی، فرق امتیاز، تفصیل کے ساتھ قسط وار اور خوردہ یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہے[4]

فَرَّجَ: اس کا مطلب کشادہ کرنا، کھولنا، تماشا دکھانا اور دور کرنا ہے[5]

ان الفاظ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ فَرَّقَ اور فَرَّجَ کا یہاں استعمال دونوں انگلیوں کے درمیان کچھ فاصلہ کرنے کے لیے ہے لہذا ان کے استعمال میں کوئی خاص فرق موجود نہیں ہے لیکن ایک اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے کہ فَرَّقَ سے مراد وہ چیز ہوتی ہے جس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکے۔

كِتَابِ اللّٰهِ اور الْقُرْآن:

بنیادی روایت: عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي **كِتَابِ اللَّهِ** عَزَّ وَجَلَّ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ"[6]

ترجمہ: سیدنا جندب عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنی رائے سے کتاب اللہ میں کچھ کہا خواہ درست ہی کہا ہو تو بھی اس نے خطا کی"[7]

زائد روایت: عَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي **الْقُرْآنِ** بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ"[8]

ترجمہ: سیدنا جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے (صواب دید) سے کی اور بات صحیح و درست نکل بھی گئی تو بھی اس نے غلطی کی"[9]

---

[1] مسند أحمد بن حنبل، مسند الأنصار رضي الله عنهم، حديث أبي مالك سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه، حديث نمبر23283

[2] القاموس الوحید ص736

[3] النھایۃ2/332؛ القاموس الوحید ص737؛ لغات الحدیث2/254

[4] القاموس الوحید ص1226-1225

[5] القاموس الوحید ص1213

[6] سنن ابوداؤد، كِتَابُ الْعِلْمِ، بَابُ الْكَلَامِ فِي كِتَابِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، حديث نمبر3652

[7] حکم الحدیث: امام البانی نے ضعیف قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے ضعیف قرار دیا ہے کیوں کہ اس کی سند میں سہیل بن مہران راوی ضعیف ہے (ضعیف الترمذی3136؛ انوار الصحیفہ ص130)

[8] سنن الترمذی، أَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الَّذِي يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ، حديث نمبر2952

[9] حکم الحدیث: امام البانی نے ضعیف قرار دیا ہے اور شیخ زبیر علی زئی نے ضعیف قرار دیا ہے کیوں کہ اس کی سند میں سہیل بن مہران راوی ضعیف ہے (ضعیف الترمذی3136؛ انوار الصحیفہ ص276)

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

مترادف الحدیث: ان روایات میں کِتَاب اللَّهِ اور الْقُرْآن مترادف ہیں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

کِتَاب اللَّهِ: اس کا مطلب اللہ کی کتاب ہے، نازل شدہ کتب میں سے جو بھی کتاب ہو۔

الْقُرْآن: اس سے مراد اللہ تعالی آخری کتاب قرآن مجید ہے، یہ لفظ قَرَأَ سے مصدر ہے جیسے غُفْران اور کُفْران ہیں، احادیث میں القِراءة والاقْتِراء والقارِىء والقُرآن کثرت سے مستعمل ہیں، ان سب الفاظ کا اصل مطلب جمع کرنا ہے اور ہر وہ چیز جسے آپ جمع کرلیں اسے آپ پڑھیں گے، قرآن کی وجہ تسمیہ بھی قرآن اسی لیے ہے کہ اس میں قصص، امر، نہی، وعدووعید اور آیات وسور کو جمع کر دیا گیا ہے، اصطلاحی طور پر قرآن سے مراد ایسا کلام الہی ہے جسے اللہ تعالی نے تقریبا تئیس سال کے عرصہ میں حضرت جبریل کے ذریعہ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل فرمایا جس کی تلاوت اجروثواب ہے [1]

قرآن مجید کے چند مزید نام بھی ہیں: قرآن یہ اسم مبالغہ سے ہے یعنی بار بار کثرت سے اور ہمیشہ پڑھے جانے والی کتاب، فرقان یہ بھی اسم مبالغہ سے ہے ایسی کتاب جو حق اور باطل کے درمیان فرق اور تمیز کردے، ذکر اور تذکرۃ یہ ذَكَرَ سے ہے جو نَسِيَ کی ضد ہے اس کا مطلب ہے یاد کرنا اور یاد آنا، جو بھولنا کے خلاف ہے اور قرآن کو ذکر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انسان کی بھلائی کی فطری داعیہ کو بھی یاد دلاتی ہے اور عہدأَلَسْت کو بھی یاد دلاتی ہے لہذا یہ نصیحت بھی ہے اور تذکرۃ کے معنی اسی لحاظ سے نصیحت بھی ہیں اور یادداشت بھی ہیں، کتاب مبین ایسی کتاب جس میں ہدایت سے متعلق ہر چیز کو پوری وضاحت اور تشریح سے بیان کیا گیا ہے، حدیث اس کا معنی کسی نئی چیز کا ظہور میں آنا اور حدیث سے مراد ہے ہر وہ بات ہے جو پہلے نہ ہو اور از سر نو ظہور میں آئے پھر حدیث کا اطلاق ہر اس چیز پر بھی ہوتا ہے جو پہلے موجود تو ہو لیکن مرور زمانہ سے لوگوں کے ذہن سے زائل ہو چکی ہو اب اگر یہ از سر نو زندہ ہو گی تو اس پر بھی حدیث کا اطلاق ہو گا قرآن کو انہی معنوں میں حدیث کہا گیا ہے [2]

ان الفاظ کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ کِتَاب اللَّهِ سے مراد چاروں آسمانی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ہو سکتی ہے لیکن لفظ الْقُرْآن کے ذکر کرنے سے کِتَاب اللَّهِ کے معنی کی تعیین ہوگئی ہے کہ یہاں قرآن مجید ہی مراد ہے۔

خلاصہ:

اس تحقیق سے یہ نتائج حاصل ہوتے ہیں کہ مترادف کا لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ مترادف الحدیث سے فقہی، لغوی، بلاغی اور تعیین معنی کے فوائد حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ درج ذیل الفاظ سے وضاحت ہوئی ہے: قعر اور جوف سے مراد گھر میں گہری نظر ڈالنا ہے لیکن یک بار نظر کا اچانک چلے جانا مراد نہیں ہے۔ سوّی اور عدّل سے امام کا باقاعدہ صفیں درست کروانا ثابت ہوتا ہے اور صفّ سے لوگوں کا خود صفیں درست کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ینطف اور یقطر سے مراد پانی کا قطرات کی صورت میں ٹپکنا ہے۔ تَرُشُّهُ اور بَلَّتْهُ میں فرق یہ ہے کہ تَرُشُّهُ میں پانی کے چھینٹے مارنے کا مطلب ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کپڑے کی صفائی کے لیے کم پانی کا استعمال کرنا ہے جب کہ بَلَّتْهُ میں پانی سے تر کرنے کا معنی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کپڑے کی صفائی کے لیے پانی کے چھینٹے مارنے سے زیادہ پانی استعمال کرنا ہے۔ قَامَ کا مطلب صرف اٹھنا اور کھڑے ہونا ہے جب کہ هَبَّ کا مطلب مستعد ہونا، باقاعدہ تیاری کرنا، جذبہ اور چستی سے کام سرانجام دینا ہے۔ سِوَى کی نسبت وَرَاءَ کے مفہوم میں زیادہ وسعت پائی جاتی ہے جیسا کہ سِوَى غیر، علاوہ اور بدل کا معنی دیتا ہے جب کہ وَرَاءَ میں آگے، پیچھے، سامنے، ادھر، ادھر وغیرہ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ فقیر اور مسکین اگر علیحدہ علیحدہ استعمال ہوں تو یہ ایک دوسرے کے مترادف ہوتے ہیں لیکن اگر اکٹھے استعمال ہوں تو شاذونادر مترادف ہوتے ہیں لیکن مترادف استعمال ہونے کی صورت میں فقیر مسکین کی نسبت زیادہ تنگ دست اور کمزور ہوتا ہے جب کہ مسکین کچھ نہ کچھ ملکیت ضرور رکھتا ہے لیکن روزمرہ جائز حاجات پوری کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ سے مراد کون سی انگلی ہے اس کی تعیین السَّبَّابَةَ اور السَّبَّاحَة کے لفظ ذکر کر کے کر دی ہے جب کہ السَّبَّاحَة اور السَّبَّابَةَ ایک ہی انگلی کے دو مختلف نام ہیں جس کے اسباب بھی مختلف ہیں۔ کِتَاب اللَّهِ سے مراد چاروں آسمانی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ہو سکتی ہے لیکن لفظ الْقُرْآن کے ذکر کرنے سے کِتَاب اللَّهِ کے معنی کی تعیین ہوگئی ہے کہ یہاں قرآن مجید ہی مراد ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ مترادف الحدیث سے کہیں فقہی فائدہ، کہیں لغوی فائدہ، کہیں کلام نبوی کی فصاحت وبلاغت کا فائدہ اور کہیں تعیین معنی کا فائدہ حاصل ہوا ہے۔

---

[1] النهاية 4/30

[2] مترادفات القرآن ص 679-678